بیع بالوفاء

مولانا مفتی عبدالقادر

پیش شدہ دوسری بنوں فقہی کانفرس

بیع بالوفاء کی تعریف:-

ایک شخص اپنی زمین یا مکان معین رقم پر بیچے اور مشتری سے وعدہ لے لے کہ جب میں یہ ثمن آپ کو واپس کردوں تو آپ میری زمین یا مکان واپس کردینا۔

بیع بالوفاء کی وجہ تسمیہ:-

بیع بالوفاء اس لئے کہتے ہیں کہ مشتری وعدہ کرتا ہے کہ جب تم ثمن واپس کردو تو میں مبیع پورے طور پر تم کو واپس کردوں گا اور وفاء کے معنی پورے طور پر دینے کے ہیں بعض حضرات اس کو بیع جائز بھی کہتے ہیں۔

بیع بالوفاء کی صورت نمبر 1:

زید نے دس (10) ایکڑ زمین عمر کے پاس دس لاکھ (10,00000) روپے میں بیچی اور اس کو کہا کہ جب میں آپ کو دس لاکھ روپے دیدوں تو میری زمین واپس کردینا۔

صورت نمبر 2:-

زید نے بکر کو اپنی کار دو لاکھ روپے میں بیچ دی اور کہا کہ جب میں آپ کو دو لاکھ دیدوں تو میری کار واپس کردینا۔ فقہاء کے ہاں منقول میں بھی بیع بالوفاء جائز ہے۔

رھن کی صورت:-

اوپر کی دونوں صورتیں معمولی تغیر کے ساتھ بیع کی بجائے رہن کی بن جاتی ہیں۔ مثلاً زید نے عمر سے دس لاکھ قرض لیا اور کہا کہ دس ایکڑ میری زمین بطور رہن رکھ لیں جب میں دس لاکھ روپے ادا کروں گا تو زمین واپس لے لوں گا۔ یا زید نے بکر سے دو لاکھ روپے قرض لئے اور کہا کہ میری یہ گاڑی رہن رکھ لو جب آپکو دو لاکھ روپے ادا کروں گا اپنی گاڑی وصول کرلوں گا۔

بیع اور رہن کا فرق:-

بیع کی صورت میں مشتری کا زمین اور گاڑی سے نفع اٹھانا جائز ہے کیونکہ وہ مالک ہو چکا ہے اور رہن کی صورت میں مشتری کا نفع اٹھانا حرام ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ بجائے رھن کے بیع کی صورت اس لئے اختیار کی گئی ہے تاکہ مشتری یعنی قرض دینے والا زمین یا گاڑی

سے نفع اٹھاسکے اور اس کے لئے نفع حلال ہو جائے گو یا یہ سود سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔

کیا حیلہ جائز ہے:؟

فقہاء کرام نے معاملات میں حیلے کی اجازت دی ہے اور اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ کہ ایک شخص خیبر سے اعلیٰ درجہ کی کھجور حضور ﷺ کی خدمت میں لایا آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی عمدہ ہوتی ہیں اس نے کہا نہیں بلکہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ معمولی کھجور کے دو صاع دے کر عمدہ کھجور کا ایک صاع لیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو سراسر سود ہے۔ پھر سود سے بچنے کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ معمولی کھجور درہم یا دینار کے عوض میں بیچ دیا کرو مثلاً دو صاع معمولی کھجور چار درہم کے عوض میں بیچ دو پھر چار درھم کے عوض ایک صاع عمدہ کھجور لے لو اس صورت میں دو صاع کھجور ایک صاع کے عوض میں بیچی گئی جو سود ہے لیکن درھم کو بیچ میں لانے کی وجہ سے یہ صورت ربوا سے نکل گئی درھم کو بیچ میں لانا ایک حیلہ ہے۔

بیع بالوفاء کا حکم:-

اس بیع کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے ایک رائے یہ ہے کہ یہ بیع نہیں ہے بلکہ رہن ہے لہٰذا مشتری کو مبیع سے نفع اٹھانا حرام ہے۔ صورت میں بیع ہے حقیقت میں مرہون ہے۔

ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ:-

وہ فرماتے ہیں کہ عقود میں دارومدار حقیقت پر ہوتی ہے نہ کہ الفاظ پر چنانچہ اگر کوئی شخص حوالہ کرے اور اصیل کو بری نہ کرے تو یہ کفالہ ہوگا اور اگر کفالہ کرے اور اصیل کو بری قرار دے تو یہ حوالہ ہوگا۔

اگر حُرہ عورت دو گواہوں کے سامنے مرد کو کہے کہ میں نے اپنے نفس کا تمہیں ھبہ کیا ہے تو یہ نکاح ہوگا۔ اس طرح ھبہ بشرط العوض پر جب قبضہ کرلیا جائے تو وہ بیع ہوتی ہے اس طرح مکیل اور موزون چیز کو عاریۃً دے تو یہ قرض ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں الفاظ کو نہیں دیکھا گیا بلکہ حقیقت کو ملحوظ رکھ کر عقد کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس طرح بیع بالوفاء میں زمین اور گاڑی بیچنے والا یہ سمجھتا بلکہ کبھی زبان سے بھی کہہ دیتا ہے کہ میں نے زمین رہن رکھی اور رقم قرض لی ہے دل میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں نے گاڑی یا زمین بیچی ہے۔

حکایت:-

شیخ ابوالحسن الماتریدی سے ان کے ایک محب نے عرض کیا کہ آپ نے بیع بالوفاء کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس کو رہن قرار دیا ہے اور بعض حضرات اس کے خلاف کہہ رہے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اہل علم کو جمع کریں اور متفقہ فتویٰ شائع کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صرف اور صرف ہمارا ہی صحیح ہے اور جو اس کے خلاف کہہ رہے ہیں وہ دلیل پیش کریں تا کہ ان کی دلیل کی قوت کو معلوم کیا جائے ﴿جامع الفصولین﴾ اس قول کے مطابق مشتری کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ زمین یا گاڑی یا باغ سے نفع حاصل

کرے یہ نفع اٹھانا سود لینے کے مترادف ہوگا۔

دوسرا قول:-

دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ اگر عقد کے وقت بیع کا لفظ کہا رھن کا لفظ نہیں کہا تو یہ بیع ہوگی ﴿جامع﴾ اور رقم ادا کرنے کے بعد سودا پھیرنے کی شرط بیع سے پہلے لگائے یا بیع کے وقت لگائے یا بیع کے بعد لگائے ہر صورت میں یہ بیع ہوگی لیکن پہلی دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہوگی آخری صورت میں بیع فاسد نہ ہوگی اور فسخ کرنے کا دعدہ ہوگا جس کا پورا کرنا لازم ہوگا ﴿شامی﴾ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ عقود وفسوخ میں الفاظ معتبر ہوتے ہیں دل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور دل میں یہ ارادہ ہو کہ جماع کرنے کے بعد طلاق دیدوں گا تو نکاح درست ہوجائے گا۔

حکایت:-

علامہ نسفیؒ کے پاس ایک شخص آیا کہ میں نے چار سولے کر دکان فروخت کی ہے اب مشتری کہتا ہے اپنی دُکان واپس لو اور میری رقم واپس کرو تم نے پختہ بیع نہ کی تھی بلکہ بیع بالوفاء کی تھی اور میں کہتا ہوں میں نے پختہ بیع کی تھی۔ علامہ نسفیؒ نے جواب دیا کہ تمہارے قول کے مطابق فیصلہ ہوگا پھر سائل نے کہا کہ میرے دل میں ارادہ یہ تھا کہ دکان واپس لوں گا اور ثمن واپس کردوں گا اور مشتری کا ارادہ بھی یہی تھا کہ وہ دکان مجھے واپس کردے گا لیکن اب میرے پاس رقم نہیں کہ مشتری کو واپس کرسکوں تو کیا اگر مجھ سے مشتری حلف لے کہ میں نے پکی بیع کی ہے تو میں حلف دیدوں حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ دکان واپس لے لوں گا تو علامہ نسفیؒ نے جواب دیا کہ اگر ایجاب وقبول کے وقت واپس کرنے کی شرط ذکر نہیں کی تو آپ حلف دے سکتے ہیں آپ کا حلف جھوٹا نہ ہوگا۔

علامہ نسفیؒ کے جواب سے یہ ثابت ہوا کہ عقود میں الفاظ کا اعتبار ہے قلبی نیت کا اعتبار نہیں پس اس کے بیع ہونے کا اثر یہ ہوگا کہ اگر مبیع گھر ہو اور اس کے دیوار وغیرہ گر جائے تو بائع کے ذمہ مرمت نہ ہوگی نہ مرمت کرانے پر مجبور کیا جائے گا ہاں خوشی سے مرمت کرادے تو درست ہے۔ اس طرح بائع کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ رقم واپس کرکے مبیع وصول کرے بلکہ اگر رقم نہ دے تو بیع پختہ شمار ہوگی اس طرح اگر بیع بالوفاء میں فروخت شدہ چیز جانور اور حیوان ہو اور وہ مشتری کے ہاں مرجائے تو معاملہ صاف ہوگا نہ بائع کے ذمہ کچھ ہوگا نہ مشتری کے ذمہ جب کہ ثمن ادا کرچکا ہو ﴿جامع الفصولین ص 226﴾

محاکمہ:-

محققین حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر عقد کے وقت واپسی کی شرط ذکر نہیں کیا تو یہ بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو مبیع سے نفع اٹھانے کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ وہ اپنی دوسری مملوک اشیاء سے نفع اٹھاتا ہے اور بائع کے حق میں یہ بیع رھن کے حکم میں ہوگی نتیجہ یہ ہوگا کہ مشتری کو ثمن قبول کرنے پر اور مبیع واپس دینے پر مجبو کیا جائے گا وجہ یہ ہے کہ اس معاملہ مین دو عقد پائے جاتے ہیں بیع بھی اور رھن بھی فقہ میں

اس کے نظائر موجود ہیں جیسا کہ ھبہ بشرط العوض کہ اس میں بیع اور ھبہ دونوں کے احکام جاری ہوتے ہیں اسی طرح ھبہ فی المرض میں ھبہ اور وصیت دونوں کے احکام جاری ہوتے ہیں۔اور حسی اشیاء میں بھی اس کی نظیر موجود ہے جیسا زرافہ ہے کہ اونچی گردن کو دیکھو تو اونٹ کے مشابہ ہے پچھلا حصہ گائے کے مشابہ ہے اور اس کے بدن کی دھاریاں دیکھی جائے تو چیتے کے مشابہ ہے۔

وجہ ترجیح جواز:-

آج کل جس طرح ربوا شائع ہو چکا ہے جو بلا تاویل صریح ربوا ہوتا ہے جیسا کہ آج کل لوگ بینک سے سودی قرض لیتے ہیں ان سے بچنے کے لئے ایک ذریعہ یہی بیع بالوفاء ہے خالصۃً اگر رھن رکھا جائے تو قرض دینے والا راضی نہ ہوگا اگر بیع بالوفاء کی صورت کر لی جائے تو قرض دینے والا مشتری بن جائے گا اور رھن مبیع بن جائے گا اور قرض لینے والا بائع بن جائے گا اور مشتری کے لئے مبیع سے نفع اٹھانا جائز ہوگا بہر حال یہ صورت صریح ربوا سے بچنے کے لئے ایک مناسب صورت ہے ہاں بغیر مجبوری کے یہ معاملہ نہ کرے کیونکہ جب علماء کی دو رائیں ہوں تو ترجیح حرمت والی شق کو ہوتی ہے سود سے بچنے کے لئے کبھی بیع عینہ سے کام لیا جاتا ہے۔

بیع عینہ کی پہلی صورت:

ایک شخص مثلاً زید ایک تاجر مثلاً خالد کے پاس آتا ہے اور اس سے ایک لاکھ روپیہ قرض مانگتا ہے اور خالد مفت میں قرض نہیں دینا چاہتا اور سود بھی نہیں لینا چاہتا سود اس طرح کہ زید کو کہے کہ ایک لاکھ روپیہ لے جاؤ سال کے بعد ایک لاکھ پانچ ہزار دیدینا وہ اس طرح بھی نہیں کرنا چاہتا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اب خالد یوں کرتا ہے کہ لاکھ روپے کی کوئی مشین یا کپڑا ایک لاکھ پانچ ہزار روپے میں زید کے پاس فروخت کر دیتا ہے اور ایک سال تک قیمت وصول کرنے کا مطالبہ کرتا ہے زید ایک لاکھ پانچ ہزار کی مشین یا کپڑے کو بازار میں ایک لاکھ کا فروخت کرتا ہے اور بازار میں اس مشین یا کپڑے کی قیمت ایک لاکھ روپے ہی ہے ایک لاکھ وصول کر لیتا ہے اور اپنا کام چلا لیتا ہے لیکن خالد کو اس نے ایک لاکھ پانچ ہزار ادا کرنا ہے اس طرح کرنے سے خالد سود لینے سے بچ گیا اور پانچ ہزار نفع لے لیا اور زید کا بھی فائدہ ہو گیا کہ اس کو مفت قرض نہ ملتا تھا اس کو لاکھ روپیہ قرض مل گیا اور پانچ ہزار اس نے زائد رقم دینی ہے جو مقرض کے لئے نفع ہے سود نہیں اس طرح دونوں سود سے بچ گئے تاجر سود لینے سے اور خریدار سود دینے سے۔

بیع عینہ کی دوسری صورت:

زید نے خالد سے ایک لاکھ روپیہ قرض مانگا اس نے لاکھ روپیہ دے دیا اور پھر مشین یا کپڑا جس کی قیمت پچانوے ہزار تھی وہ زید کے پاس لاکھ روپے میں بیچ دیا اور لاکھ روپیہ اس سے لے لیا اب زید یہ مشین یا کپڑا بازار میں پچانوے ہزار میں بیچ کر اپنا کام چلائے گا۔

بیع عینہ کی تیسری صورت:

اس صورت کا پہلی صورت سے تھوڑا سا فرق ہے وہ یہ کہ زید نے جو مشین یا کپڑا ایک لاکھ پانچ ہزار میں خریدا ہے وہ دوسرے شخص امین

نامی کے پاس ایک لاکھ میں بیچ دیتا ہے اور پھر امین سے ایک لاکھ میں خالد خرید لیتا ہے اس طرح وہ مشین یا کپڑا پھر خالد کے پاس ایک لاکھ میں پہنچ جاتا ہے اور خالد کو پانچ ہزار روپے کی بچت ہو جاتی ہے واضح ہو کہ اگر خالد زید سے وہ مشین یا کپڑا ایک لاکھ میں خریدے تو درست نہیں کیونکہ شریعت کے اس قاعدے کے خلاف ہے۔ **لا یجوز شراء ماباع باقل مما باع قبل نقد الثمن۔**

وجہ تسمیہ بیع عینہ :

اس بیع کو بیع عینہ اس لئے کہتے ہیں کہ سامان کو خریدنے والے کا مقصود سامان نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے عوض میں عین یعنی نقدی لینا چاہتا ہے۔

بیع عینہ کا حکم :-

امام ابو یوسفؒ سے اس بیع کا جواز منقول ہے کیونکہ بعض صحابہؓ نے بیع عینہ کی کسی نے اس کو برا نہیں کہا اور نہ اس کو سود قرار دیا بلکہ اس کی تعریف کی گئی اگر اس میں اشکال کیا جائے کہ ایک لاکھ کی چیز ایک لاکھ پانچ ہزار میں بیچی ہے اور ایسا کرنا اچھا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کاغذ کا ایک ورق ایک ہزار میں بیچے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ﴿فتاویٰ شامی﴾

لیکن امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اس بیع کو سود خوروں نے سود کھانے کے لئے ایجاد کی ہے اور فرمایا کہ اس بیع کو اپنے دل میں مذموم ہونے میں پہاڑ کے برابر سمجھتا ہوں انہوں نے ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب تم بیع عینہ کرو اور تمہارے ہاتھ بیلوں کی دموں میں ہوں مطلب یہ ہے کہ جہاد چھوڑ کر کھیتی میں مشغول ہو تو تم ذلیل ہو جاؤ گے اور دشمن تم پر غالب آجائے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تم پر شریر لوگ مسلط ہوں گے اور لوگ ان کو بہت نیک سمجھیں گے اس وقت تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی اور بعض نے نقل کیا ہے **ایاک والعینہ فانها لعینة** یعنی اپنے آپ کو بیع عینہ سے بچاؤ بیشک وہ لعنت والی ہے۔

محاکمہ :-

اس بارہ میں فیصلہ کن بات وہ ہے جو محقق ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں تحریر فرمائی ہے کہ جو چیز مقرض نے بیچی ہے وہ اگر مکمل اس کے پاس واپس آجائے مثلاً مشین اور کپڑا صورت مذکورہ میں پھر خالد کے پاس پہنچ گیا جیسا کہ تیسری صورت میں ہے یہ مکروہ تحریمی ہے یا اوپر والے پانچ ہزار خالد کے پاس اسی وقت پہنچ گئے جیسا کہ دوسری صورت میں ہے یہ مکروہ ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ خالد نے جو مشین اور کپڑا بیچا ہے وہ زید بازار میں فروخت کر دے اور زید ایک لاکھ کا خالد کا مقروض ہو جائے تو یہ جائز ہے اور خلاف اولیٰ ہے صاحب بحر اور نھر اور علامہ شرنبلالی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر ہے ﴿فتاوی شامی باب الکفالۃ﴾ جیسا کہ اوپر بیع بالوفاء کے متعلق عرض کیا گیا ہے وہی عرض یہاں بھی ہے کہ بلاضرورت اس بیع کو اختیار نہ کیا جائے کیونکہ جب کسی مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو بعض حضرات جائز اور بعض حضرات ناجائز فرمائیں تو تقویٰ اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو ناجائز سمجھیں اور اس سے دور رہیں ہاں جب ضرورت ہو مثلاً صریح

سود سے بچنا ہو تو یہ بیوع صریح سود سے بلکہ بعض بیوع فاسدہ سے بدرجہا بہتر ہیں۔

فائدہ:-

گھی، تیل اور شیرہ وزنی ہیں اور سیر کلو کے اعتبار سے بکتے ہیں چونکہ یہ اشیاء سیال ہیں اس لئے انکا تولنا مشکل ہوتا ہے اس لئے بعض لوگ ایک برتن رکھ لیتے ہیں اور گھی تول کر اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس برتن میں نصف کلو آتا ہے پھر جس نے ایک کلو لینا ہو اس کو دو بھر کر دیتے ہیں اور جس نے دو کلو لینا ہو اس کو چار بھر کر دیتے ہیں یہ بیع فاسد ہے۔ کیونکہ گھی یا تیل بعض اوقات کیل میں برابر ہوتا ہے مگر وزن میں متفاوت ہوتا ہے چنانچہ محمد بن سلمہؒ نے بلخ کے تاجروں کو فرمایا کہ جس طرح تم گھی، تیل اور شیرہ کو برتن کے ذریعہ بیچتے ہو اس سے بیع عینہ بہتر ہے کیونکہ بیع فاسد غصب کے حکم میں ہے اور بیع عینہ غصب نہیں ہے۔

دارالافتاء جامعة المركز الاسلامی کا فتویٰ بابت مسئلہ مذکورہ:

القول السادس فی بیع الوفاء انه صحیح لحاجة الناس فراراً من الربوا وقالو ما ضاق علی الناس امر الأ اتسع حکمة" (امداد الفتاویٰ ج ۳ صفحہ ۱۰۹ بحوالہ درمختار) وفی فتاویٰ قاضی خان جلد دوم ص ۳۴۸ مطبوع نول کشور میں ہے "واختلفوا فی بیع الوفاء اوالبیع الجائز الی ان قال: وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة جاز البیع ویلزمه الوفاء بالوعد لان المواعدة قد تکون لازمة لحاجة الناس اتفق مشائخ زماننا علی صحة بیعاً علی ماکان علیه بعض السلف لانهما تلفظا بلفظ البیع بلا ذکر شرط فیه والعبرة للملفوظ دون المقصود .فان من تزوج امرأة بنیة الطلاق ان یطلقها بعد ما جا منها صح العقد (جامع الفصولین ص ۱۸۰) نسخه أخرج اول صفحه ۲۳۵)

متذکرہ بالا فقہائے کرام کے اقوال سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا بیع بالوفاء جائز ہے ہمارے زمانے میں بائع اور مشتری دونوں کی ضرورت ہے زمین کے مالک کو رقم کی ضرورت ہوگی اور رقم والے کو زمین کی ضرورت ہوگی زمین کا مالک کہتا ہے کہ زمین میں بیچتا ہوں اور رقم کا مالک کہتا ہے کہ میں زمین خریدتا ہوں مشتری کو اس زمین سے نفع لینا جائز ہے اور بائع کو رقم پر نفع لینا جائز ہے اور ایفائے عہد دونوں پر لازم ہے بلکہ ان کے ورثاء پر بھی بیع الوفاء کے جواز پر اپنی تفصیل کے ساتھ فقہائے کرام کا تقریباً اتفاق ہے جب کہ صلب عقد بیع میں شرط نہ ہو اور ایجاب وقبول کے تام ہونے کے بعد شرط مواعدت ہو تو فقہاء کرام اس وعدہ پر ایفاء کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

واللہ علم بالصواب

تعجب ہے اس شخص پر جو دوزخ پر ایمان رکھے اور پھر بھی گناہ کرے اور شیطان کو دشمن سمجھے مگر پھر بھی اس کی اطاعت کرے۔ حضرت عثمانؓ